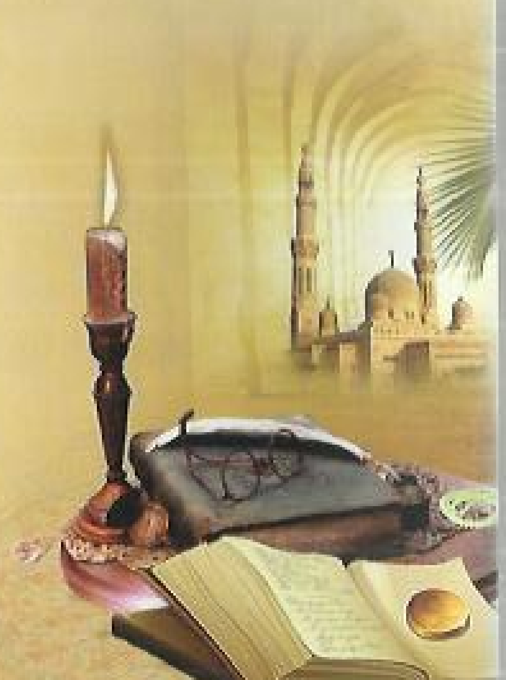
بزبانِ حکایت

علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ



ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور

لحد کی منزل

فیروز مندیوں کی کوئی متعین گھڑی نہیں ہوتی۔ رحمتوں کا دروازہ یک بیک کھلتا ہے اور دل کے ظلمت خانے میں سعادت کا چراغ اچانک روشن ہوتا ہے۔

یہی ماجرا اس یہودی نوجوان کے ساتھ بھی پیش آیا۔ دیکھنے کیلئے اس نے رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ زیبا سینکڑوں بار دیکھا تھا...... آنکھیں کھلیں اور بند ہو گئیں...... نظر پڑی اور بکھر گئی...... لیکن آج جانے کون سی گھڑی تھی کہ نظر پڑتے ہی دل کی دنیا زیروزبر ہو گئی...... بجلی چمکی...... خرمن جلا...... اور سارا وجود خاکستر ہو گیا۔ اب دل اپنے قابو میں نہیں تھا۔ قیامت کی بات یہ ہوئی کہ گھر کی چہاردیواری میں جس رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا گیتی کا سب سے بڑا جرم تھا، اب اسی کی محبت کا آشیانہ گھر کے باہر نہیں دل کے نہاں خانے میں بن چکا تھا۔ عشق اور وہ بھی رسول مجتبیٰ کا عشق، جس کی خوشبو

سے دونوں عالم مہک اٹھتے ہیں، اس کا چھپانا آسان نہیں تھا۔ امید وبیم کی کش مکش میں جان کے لالے پڑ گئے۔ دل کا تقاضا یہ تھا کہ اسی محفل نور میں چلئے .... دیدۂ بیتاب کا اصرار تھا کہ چلو....... جلوۂ شاداب کی ٹھنڈک حاصل کریں....... ادھر گھر والوں کا خوف....... سماج کا خطرہ .... کسی نے ان کی محفل میں جاتے ہوئے دیکھ لیا تو آلام کا محشر بپا ہو جائے گا۔ آہنی دیواروں کے حصار میں دل جتنا محصور ہو کے رہ گیا تھا۔ قدم اٹھانے کی کہیں کوئی صاف جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر دل نہیں مانا تو غلبۂ شوق میں اٹھے اور مسجد نبوی کے دروازے کے قریب سے گزرتے ہوئے دزدیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ آئے، کبھی دوسری طرف رخ کر کے کسی گزرگاہ پہ بیٹھ گئے اور دور ہی سے جلوۂ خدانما کا نظارہ کر لیا۔

اسی طرح دن گزرتے گئے اور دل کے قرین عشق کی چنگاری سلگتی رہی۔ محبت کی تپش سے آنکھوں کی نیند اڑ گئی۔ چہرے کا رنگ اتر گیا۔ جی کھول کر رو بھی نہیں سکتے تھے کہ دل کی بھڑاس نکلتی اور غم کا بوجھ ہلکا ہوتا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ حالات کے جبر اور جاں گسل ضبط نے بیمار ڈال دیا۔ باپ نے ہر چند علاج کرایا۔ وقت کے بڑے بڑے طبیب آئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جسم وتن کی بیماری ہو تو دوا کام بھی کرے عشق کے آزار کا کیا علاج ہے؟ کس مسیحا نے محبت کے مریض کو شفا بخشی ہے جو وہ شفایاب ہوتا ہے؟

ہزار جتن کے باوجود حالت دن بدن گرتی گئی۔ پھول کی طرح شگفتہ نوجوان سوکھ کے کانٹا ہو گیا۔ ماتا کی ماری ہوئی ماں بالیں پکڑ کے روتی رہتی۔ باپ پاگل کی طرح سر پٹکتا۔ خاندان کے افراد کف افسوس ملتے، لیکن بیمار کا حال کوئی نہیں سمجھ پاتا۔ اب بیمار عشق حیات کی آخری منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ ناتوانی اور ضعف کی شدت سے آواز مدھم پڑ گئی۔ زبان کی گویائی جواب دینے لگی۔ کبھی کبھی ٹھنڈی آہوں کا

دھواں فضا میں بکھر جاتا اور بس۔

آج ایک عاشق مجبور کی زندگی کی آخری شام تھی ....آنکھیں پتھرانے لگیں ....جسم کے انگ انگ سے موت کے اثار ابھرنے لگے........ ہچکیاں لیتے ہوئے اس بھری نگاہوں سے باپ کی طرف دیکھا کہ فرط محبت سے باپ کا کلیجہ پھٹ گیا........ منہ کے قریب کان لگا کر کہا:

میرے لال! کچھ کہنا چاہتے ہو!

زبان کھلتے ہی آواز حلق میں پھنس گئی۔ بڑی مشکل سے اتنے الفاظ نکل سکے:

”آپ وعدہ کریں کہ میری زندگی کی آخری خواہش پوری کر دیں گے تو میں کچھ کہوں۔“

باپ نے دردناک اضطراب کے ساتھ جواب دیا:

میرے جگر کی ٹھنڈک! یہ گھڑی بھی وعدہ لینے کی ہے۔ تمہاری خواہش پر اپنی جان کا قیمتی سرمایہ بھی لٹانے کیلئے تیار ہوں۔ تم بے خطر اپنی خواہش کا اظہار کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بے دریغ اسے پوری کروں گا۔

بیٹے نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان میں کہا:

”بابا جان! برا نہ مانئیں........ چند برسوں سے میں محمد عربی کی عقیدت و محبت کے اضطراب میں سلگ رہا ہوں........ آپ کے خوف سے زندگی کا یہ مخفی راز ہم نے کبھی فاش نہیں ہونے دیا۔ ان کی سلونی صورت، ان کا پرنور چہرہ اور ان کی دل آویز شخصیت نگاہ سے ایک لمحہ کیلئے بھی اوجھل نہیں ہوتی .... انہی کی یاد میں سوتا ہوں........ انہی کے خیال میں جاگتا ہوں........ جب سے بستر علالت پر پڑا ہوں جلوہ اقدس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ترس گیا ہوں........ اب جب کہ میری زندگی کا چراغ گل ہو رہا ہے، دل کی آخری تمنا

ہے کہ ایک بار ان کے روئے تاباں کی زیارت کرلوں اور دم نکل جائے۔

زحمت نہ ہو تو ذرا انہیں خبر کردیجئے کہ ان کے کاکل ورخ کا ایک غلام دنیا سے رخصت ہو رہا ہے، بالیں پر کھڑے ہوکر اسے اخروی نجات کا مژدہ سنادیں۔

بیٹے کی یہ آرزوئے شوق معلوم کرکے غصے سے باپ کا چہرہ تمتما اٹھا۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے شدت جذبات پر قابو پالیا۔ اکلوتا بیٹا اور زندگی کی آخری سانس......... کسی طرح کی فہمائش کا بھی موقع نہیں تھا۔ چاروناچار بیٹے کا ناز اٹھانے کے لئے دل کو راضی کرنا پڑا۔

لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

میرے لخت جگر اگرچہ میرے لئے یہ بات سخت ناگواری کی ہے، لیکن یہ خیال کر کے کہ تم دنیا سے حسرت زدہ ہوکر نہ جاؤ، میں تمہاری خواہش کی تکمیل کے لئے جارہا ہوں۔ کل صبح سے مجھے اسرائیلی سماج کا مجرم کہا جائے گا، لیکن تمہاری بے چین روح کی آسودگی کے لئے یہ ننگ بھی گوارا ہے۔

بادل ناخواستہ اٹھا اور کاشانۂ نبوت کی طرف چل پڑا۔ قدم اٹھ نہیں رہے تھے، اٹھائے جارہے تھے۔ مسجد اقدس کے دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی:

میں محمد عربی سے ملنا چاہتا ہوں......کوئی انہیں خبر کردو۔

چند ہی لمحے کے بعد سرکار رسالت سامنے جلوہ گر تھے ارشاد فرمایا:

تمہیں کیا کہنا ہے؟

دل کا کشور فتح کرلینے والی یہ آواز سن کر یہودی کے ذہن وخیال کی بنیاد ہل گئی۔

بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

میرا اکلوتا بیٹا عین شباب کی منزل میں دنیا سے رخصت ہورہا ہے.......تمہاری عقیدت ومحبت کا سحر پرجلال اب اسے موت کی آغوش میں سلا نا ہی چاہتا ہے..........

تمہارے جمال کی زیبائش وکشش پر سارا عرب دیوانہ ہے، اس نے ہمارے یہودی نژاد بچے کو بھی ایک عرصے سے گھائل کر رکھا ہے۔ اب وہ بستر مرگ پر تڑپ رہا ہے......... اس کی آخری تمنا ہے کہ تم اس کی بالیں پر کھڑے ہو کر اپنی خوشنودی اور اخروی نجات کا مژدہ سنا دو۔

یہ سنتے ہی سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا:

چلو اس فیروز بخت نوجوان کو دیکھ آئیں، جس کے خیر مقدم کے لئے آسمانوں میں ہنگامہ شوق برپا ہے۔

انتظار کرتے کرتے بیمار محبت کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ باپ نے سرہانے کھڑے ہو کر آواز دی۔

نور عین! آنکھیں کھولو......... تمہارے مرکز عقیدت آ گئے ہیں۔

یہ دیکھو! سر بالیں محمد عربی کھڑے ہیں۔

اس آواز پر جاتی ہوئی روح پلٹ آئی۔ بیمار نے آنکھیں کھول دیں۔ نظر کے سامنے عرش کی قندیل کا نور چمک رہا تھا۔ نحیف وکمزور آواز میں اظہار تمنا کیا:

" سرکار! دل میں عشق وایمان کی مقدس امانت لئے ہوئے اب عالم جاوید کی طرف جا رہا ہوں .... کل ورخ کے غلاموں میں میرا بھی نام درج کر لیا جائے.......... خدائے وحدہ لاشریک کا ایک سجدہ بھی نامۂ زندگی میں نہیں ہے......... اس تنگ دامانی کے باوجود کیا میں اپنی نجات کی امید رکھوں؟

سرکار دو عالم نے تسلی آمیز لہجے میں ارشاد فرمایا:

زبان سے کلمۂ توحید کا اقرار کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ تمہاری نجات کا میں ضامن ہوں۔

نوجوان کا باپ یہ جواب سن کر پھوٹ پڑا.........جذبات سے بے قابو ہو کر بیٹے کو تلقین کی:

فرزند سعید! ہزار دشمنی کے باوجود دل کا اعتراف اب نہیں چھپا سکتا کہ ایک سچے پیغمبر کی زبان حق ترجمان سے یہ جملہ صادر ہوا ہے۔ فرش گیتی پر کسی بندے کے لئے اس سے زیادہ کوئی ارجمند گھڑی نہیں میسر آسکتی کہ مالک کبریا کا حبیب خود اس کی نجات کے لئے اپنی ضمانت پیش کر رہا ہے۔ تم صاف وصریح لفظوں میں ان سے وعدہ لے کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

نوجوان نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا:

سرکار! قبر کی منزل سے لے کر دخول جنت تک آپ کی ضمانت پر اسلام قبول کرتا ہوں اور پھر......

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ کی مدہم آواز فضا میں گونجی اور کشور محبت کے ایک فیروز بخت نوجوان نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

ماتم واندوہ سے سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔

نوجوان کے باپ نے ڈبڈباتے ہوئے کہا:

حضور! اب یہ جنازہ میرا نہیں ہے، اسلام کی مقدس امانت ہے۔ اب یہ میرے گھر کی بجائے آپ کے در رحمت سے اٹھے گا۔ تجہیز و تکفین کی ساری ذمہ داری آپ ہی کے سپرد ہے۔

باپ کی درخواست قبول فرمائی گئی۔ صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عشق وایمان کا یہ گنج گرانمایہ اپنے دوش پر اٹھالو۔ عروس نو بہار کی طرح یہ جنازہ مدینے کی گلیوں سے گزرے گا۔

مرگ عاشق کی سارے مدینے میں دھوم مچ گئی تھی۔ جنازے میں شرکت کے لئے آس پاس کی ساری آبادیاں سمٹ آئیں۔ آخری دیدار کے لئے چہرے سے جونہی کفن ہٹایا گیا، آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی۔ عارض تاباں سے نور کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ ہونٹوں پر تبسم رقصاں تھا۔ جانے والا خالی ہاتھ نہیں تھا، کونین کی خلعتیں کفن کے پردوں میں چھپائے ہوئے تھا۔

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے اٹھا۔ کثرت ازدہام سے مدینے کی گلیوں میں تل رکھنے کی جگہ باقی نہیں تھی۔ پتھروں کے سینے پر کف پا کا نقش بٹھانے والے سرکار آج جنازہ کے ہمراہ پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ اس ادائے رحمت کی کنہہ معلوم کرنے کے لئے لوگ تصویر شوق بنے ہوئے تھے۔ نہیں رہا گیا تو آخر ایک صحابی نے پوچھ ہی لیا۔

ارشاد فرمایا: آج عالم بالا سے رحمت کے فرشتے اتنی کثرت سے جنازے میں شریک ہیں کہ ان کے ہجوم میں بھرپور قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں مل رہی ہے۔

جنت البقیع میں پہنچ کر جنازہ فرش خاک پر رکھ دیا گیا۔ لحد میں اتارنے کے لیے سرکار خود اندر تشریف لے گئے۔ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہی عاشق کی قبر رحمت و نور سے جگمگا اٹھی۔ اپنے دست کرم کا سہارا دے کر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ لحد میں اتارا۔ کافی دیر کے بعد لحد سے جب باہر تشریف لائے تو پسینے میں شرابور تھے۔ چہرے پر خوشی کا انبساط لہرا رہا تھا۔

تجہیز و تدفین سے فراغت کے بعد حلقہ بگوشوں نے دریافت کیا:

حضور! چہرۂ زیبا پر پسینے کے قطرے کیوں چمک رہے ہیں؟ ایسا لگتا ہے کہ سرکار کو کسی بات کی مشقت اٹھانی پڑی ہے۔

حضور نے مسکراتے ہوئے جواب مرحمت فرمایا:

اس عاشق جواں سال نے دم واپسیں مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ لحد کی منزل سے لے کر دخول جنت تک میری رحمتوں کی ضمانت اسے حاصل رہے گی۔ میرے اشارۂ ابرو کی شہ پا کر حوران خلد کا بہت بڑا ازدہام اس کی لحد کے قریب پہلے ہی سے جمع ہو گیا تھا۔ جوں ہی اسے لحد میں اتارا گیا، چہرے کی بلائیں لینے کے لیے وہ ہر طرف سے بے تحاشا ٹوٹ پڑیں۔ ہجوم شوق کا امنڈتا ہوا سیلاب میرے ہی قدموں سے ہو کر گزر رہا تھا۔ اسی عالم وارفتہ حال میں مجھے تھوڑی سی مشقت اٹھانی پڑی اور میں پسینہ پسینہ ہو گیا.........اور ایسا ہونا بھی رحمت کا ہی تقاضہ تھا کہ پسینہ کے چند قطرے کفن کی چادر پر ٹپک گئے ہیں۔ اب اس کی خواب گاہ صبح محشر تک مہکتی رہے گی۔

بندہ نوازی کی یہ روداد جاں افروز معلوم کر کے صحابہ کرام کی روحیں اپنے اپنے قالب میں جھوم اٹھیں۔ عشق مصطفےٰ کی سرفرازی نے ایک ایسے نوجوان کو اخروی اعزاز کے منصب عظیم پر پہنچا دیا تھا، جس کے نامۂ حیات میں ایک سجدۂ بندگی کا بھی اندراج نہیں تھا۔

سچ کہا ہے کہنے والوں نے کہ "جسے پیا چاہے وہی سہاگن"

☆☆☆

نور کا ساگر

عرب کی دھوپ، تپتا ہوا ریگستان اور دوپہر کا وقت، ساری قیامتیں ایک ساتھ جمع ہوگئی تھیں۔ قافلے والے پیاس کی شدت سے جاں بلب تھے۔ انہیں یقین ہو چلا تھا کہ اب وہ چند گھڑی کے مہمان ہیں۔ اسی عالم یاس میں انہیں بہت دور ایک پہاڑ کے دامن سے گزرتے ہوئے چند ناقہ سوار نظر آئے۔

سردار قافلہ نے کہا: اونٹوں کی رفتار بتا رہی ہے کہ یہ حجاز کے نخلستان سے آرہے ہیں۔ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ لوگ ہماری بجھتی ہوئی زندگی کی امید گاہ بن کر طلوع ہوئے ہیں۔ اپنی بکھری ہوئی قوتوں کو سمیٹ کر انہیں آواز دو، شاید ہماری چارہ گری انہیں کے ہاتھ پر مقدر ہو گئی ہو۔

اپنے سردار کے حکم کے مطابق قافلے کے تمام چھوٹے بڑے افراد نے ایک

ساتھ انہیں بلند آواز سے پکارا۔

خوشا نصیب کہ سلطان حجاز کے گوش مبارک تک یہ آواز پہنچ گئی۔

سردار دوست مدار نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: یہ عربی قبائل کا کوئی مصیبت زدہ کارواں معلوم ہوتا ہے۔ چلو اس کی اعانت کریں۔

بادصبا کی طرح تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کے قریب پہنچے۔ پیاس کی شدت سے وہ بے حال ہو رہے تھے۔ ناقہ سواروں میں ایک چمکتا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ چیخ اٹھے:

اے رحمت ونور والے! ہم پیاس کی شدت سے جاں بلب ہیں۔ تمہارے چھاگل میں پانی کے چند قطرے ہوں تو ہماری حلق تر کر دو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اس پہاڑ کی دوسری جانب ایک حبشی نژاد غلام اپنی ناقہ پر پانی کا ایک مشک لیے جا رہا ہے۔ اس سے جا کر کہو کہ چل تجھے پیغمبر آخر الزماں بلا رہے ہیں۔

فوراً قافلے سے ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ کی دوسری طرف روانہ ہو گیا۔ کچھ ہی فاصلے پر اسے ایک حبشی نژاد ناقہ سوار نظر آیا۔ اس نے اسے آواز دے کر روکا اور سرکار نامدار کا پیغام پہنچایا۔

سرکار کا نام نامی سنتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور اپنی سواری سے اتر آیا۔

اب اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے وہ پاپیادہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

جیسے ہی اس کی نظر سرکار کے چہرۂ انور پر پڑی اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ ایک ہی جلوہ میں وہ کاکل ورخ کا اسیر ہو کے رہ گیا تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تیرا پانی کم نہیں ہوگا۔ ان پیاسوں پر اپنی مشک کا منہ کھول دے۔ خدا تجھے روشن کرے۔

اب وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ سرکار کے حکم کی تعمیل کے لیے بے ساختہ اس کے ہاتھ اٹھے اور اس نے مشک کا منہ کھول دیا۔ آبشار کی طرح پانی کا دھارا گر رہا تھا اور قافلے والے سیراب ہو رہے تھے۔ جب سارے اہل قافلہ سیراب ہو چکے تو سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اب مشک کا منہ بند کرلے۔

مشک کا منہ بند کرتے ہوئے اسے سخت حیرت تھی کہ کئی مشک پانی بہہ جانے کے بعد بھی اس کے مشک کا ایک بوند پانی کم نہیں ہوا تھا۔

شیفتۂ جمال تو پہلی نظر میں ہو چکا تھا، اب یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر وہ اپنے جذبۂ شوق کو دبا نہیں سکا۔ بے خودی کے عالم میں چیخ اٹھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں دیتے ہوئے اس کے چہرے پر رحمت وکرم کا ہاتھ پھیرا اور اسے رخصت کردیا۔

حبشی غلام کا آقا پانی کے مشک کا بہت دیر سے منتظر تھا۔ جونہی دور سے اپنی آتی ہوئی اونٹنی پر نظر پڑی، خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ لیکن جوں جوں اونٹنی قریب ہوتی جارہی تھی اس کا استعجاب بڑھتا جارہا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اونٹنی اسی کی ہے، مشک بھی اسی کا ہے، لیکن سوار اجنبی ہے۔ آخر اس کا اپنا حبشی غلام کہاں گیا؟

جب اونٹنی بالکل قریب آگئی تو آقا دوڑتا ہوا آیا اور اس اجنبی شخص سے دریافت کیا: تو کون ہے؟...... میرا وہ حبشی غلام کہاں گیا؟...... مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے اسے قتل کر کے میری اونٹنی پر قبضہ کرلیا ہے۔

سوار نے اظہار حیرت کرتے ہوئے جواب دیا۔

ہائے افسوس! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اپنے قدیم غلام کو بھی آپ نہیں پہچانتے..... آپ کا غلام تو میں ہی ہوں..... اور آپ کا کون غلام ہے؟

آقا نے غضب ناک ہو کر جواب دیا: مجھے فریب دیتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ میرا غلام حبشی نژاد تھا۔ اس کے چہرے پر یہ سفید نور کہاں تھا؟

اب جو آئینے میں اس نے اپنا چہرہ دیکھا تو عالم بیخودی میں رقص کرنے لگا۔ جذبات کی والہانہ وارفتگی میں سرشار ہو کر اس نے اپنے آقا سے کہا۔

یقین کرو میں ہی تمہارا وہ غلام ہوں۔ اعتبار نہ ہو تو مجھ سے اپنے گھر کے سارے حالات پوچھ لو۔ رہ گئی میرے چہرے کی یہ چاندنی .... تو یہ برکت ہے نخلستان عرب کے اس پیغمبر کی، جس کے چہرۂ زیبا کا عکس دل ہی کو نہیں چہرے کو بھی روشن کر دیتا ہے۔

آج نور کے ساگر میں نہا کر آ رہا ہوں۔ پہاڑ کی ایک وادی میں ان کی زیارت سے شاد کام ہوا۔ دم رخصت انہوں نے اپنے نورانی ہاتھ میرے چہرے پر مس کر دیئے تھے۔ اسی کی برکت ہے کہ میرے چہرے کی سیاہی چمکتی ہوئی سفیدی میں بدل گئی۔

آقا نے یہ کیفیت معلوم کر کے غلام کی پیشانی چوم لی اور وہ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

☆☆☆

تسلیم ورضا

کہتے ہیں جس کو زخم محبت کچھ اور ہے
کہنے کو یوں تو گل کا بھی سینہ فگار ہے

ایک دن مناجات سحر کے وقت بڑے ہی رقت انگیز کیف کے ساتھ سید ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور یہ دعا مانگی۔ ۱

پروردگار مجھے نیکو کار فرزند عطا فرما۔ لب ہائے خلیل سے نکلی ہوئی دعا فوراً ہی بارگاہ عزت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی۔ عالم قدس سے آواز آئی:

ہم نے ایک سمجھدار لڑکے کی انہیں خوشخبری دی۔ ۲

۱۔ ﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ قرآن کریم، سورت: ۳۷، آیت:۱۰۰

۲۔ ﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴾ قرآن کریم، سورت: ۳۷، آیت:۱۰۱

کچھ ہی عرصے کے بعد ایک سہانی صبح کو نسیم صبا نے اکناف عالم میں یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ حضرت ابراہیم کے گھر چمنستان قدس کا ایک پھول کھلا یعنی جگر گوشۂ خلیل حضرت اسماعیل علیہ السلام پردۂ غیب سے خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے۔

ایسا کہاں بہار میں رنگینیوں کا جوش
شامل کسی کا خون تمنا ضرور تھا

ملک شام کا سرسبز وشاداب علاقہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، وہاں ابھی کچھ ہی دن گزرنے پائے تھے کہ ہاتف غیب کے خاموش اشارہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی رفیقۂ حیات حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار صاحبزادے حضرت اسماعیل کو اپنے ہمراہ لے کر چل پڑے۔ تین افراد پر مشتمل یہ نورانی قافلہ شب وروز چلتا رہا۔ آخر ایک دن پہاڑیوں کے وسیع دامن میں پہنچا اور وہیں ٹھہر گیا۔

اک ان کی نگاہ آشنا نے
سب سے بیگانہ کردیا

کچھ ہی فاصلہ پر ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کچھ نشانات نظر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرط ادب سے اپنا سر جھکا دیا اور اپنی رفیقۂ حیات ہاجرہ سے کہا:

دیکھو! روئے زمین پر یہی خدائے ذوالجلال کا محترم گھر خانۂ خدا ہے۔ یہی کائنات ارضی کا مرکز تعظیم ہے۔ یہی ابن آدم کی معزز پیشانیوں کی سجدہ گاہ ہے اور پھر یہی ہمارے سفر کی آخری منزل ہے۔

آنکھوں میں اک نمی سی ہے ماضی کی یادگار
گزرا تھا اس مقام سے اک کارواں کبھی

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انتہائی عجز ونیاز کے ساتھ ٹوٹی ہوئی

دیواروں کے سامنے ہاتھ اٹھا کر یہ رقت انگیز دعا مانگی۔

اے پروردگار! تیرے محترم گھر کے قریب ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنا کنبہ آباد کر رہا ہوں تا کہ وہ نماز پڑھیں اور تیرے گھر کو سجدوں سے بسائیں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ اس کی طرف مائل ہو جائیں اور انہیں پھلوں کا رزق عطا کر کہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

شوق بقائے درد کی ہیں ساری خاطریں
ورنہ دعا سے اور کوئی مدعا نہیں

برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اور اپنا سارا کنبہ خدا کی امان میں چھوڑ کر بیت المقدس چلے گئے۔

ذرا سوچئے! ایک لق ودق صحرا...... تپتے ہوئے کہسار...... اور اسباب زندگی سے بے نیاز وادی...... ایسے سنسان ماحول میں اپنے بچے کو تن تنہا چھوڑ جانا..... کس کا کردار ہو سکتا ہے؟...... اسی کا نا جو خدا کی چارہ ساز قدرتوں کا تماشائی ہو۔

خدا پر اعتماد کامل کی ایسی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بادیدۂ پرنم رخصت ہوئے اور ادھر خدائے کارساز نے غیبی تائیدوں کے دروازے کھول دیے۔ ریگ زار کے سینے سے زمزم صافی

ا۔ یہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کا ترجمہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

﴿ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴾

قرآن کریم، سورت: ۱۴، آیت: ۳۷

پھوٹ پڑا۔ اس خاموش وادی کو انسانوں کی چہل پہل سے آباد کرنے کا ایسا انتظام ہوا کہ قبیلہ بنی جرہم کا خانہ بدوش کارواں صحراؤں کی خاک اڑاتا کہیں سے آپہنچا اور اس چشمۂ سیال کے کنارے آباد ہو گیا اور چند ہی دنوں میں خدا کے محترم گھر کے قریب غمگسار پڑوسیوں کا ایک جیتا جاگتا شہر بس گیا۔

ساری رونق ہے یہ دیوانوں کے دم کی آتش
طوق و زنجیر سے ہوتا نہیں زنداں آباد

وہیں حضرت اسماعیل اپنی شفیق ماں کی آغوش میں پروان چڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ جب عنفوان شباب کی منزل میں قدم رکھا تو ان کے محترم باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام سے مکہ چلے آئے اور یہیں بود و باش اختیار کر لی۔

ایک خوشگوار صبح کو آسمانوں کے دروازے کھل گئے...... عالم قدس کے فرشتے مکہ کی نورانی فضاؤں میں تیرنے لگے...... اسی عالم کیف بار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل کو اپنے قریب بلایا اور بڑے ہی پیار بھرے انداز میں کہا۔

میرے لاڈلے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ بتاؤ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ ۱

ارجمند بیٹے نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا:

میرے شفیق باپ! خواب کے ذریعہ آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے، بغیر کسی پس

۱۔ یہ قرآن پاک کی آیت کریمہ کا ترجمہ ہے، جس کی عبارت یوں ہے:

﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ﴾

قرآن کریم، سورت: ۳۷، آیت: ۱۰۲

وپیش کے اسے کر گزریئے۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروشا کر پائیں گے۔ ۱

غم سلامت تیرے انداز پہ مرنے والے
موت کا بھی کہیں احسان لیا کرتے ہیں

سرفروش بیٹے کا یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل جوش محبت سے بھر گیا۔ ایک نئے عزم کے ساتھ اٹھے اور کائنات گیتی پر تسلیم ورضا کا ایک نرالا امتحان دینے کے لیے اپنے اکلوتے بیٹے کو ہمراہ لے کر منٰی کی وادی کی طرف چل پڑے۔ قربان گاہ میں پہنچ کر چھری نکالی اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی کہ مبادا شفقت پدری کا ہاتھ کہیں کانپ جائے۔

غیر کا اب گزر نہیں دل تک
عشق عہدہ ہے پاسبانی کا

پھر جب دونوں نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑا تا کہ ذبح کریں!

ٹھہر جایئے ذرا کئی برس پیچھے پلٹ کر یہ رقت انگیز منظر نگاہوں کے سامنے لایئے کہ سنسان وادی میں ایک نوے سال کا بوڑھا باپ ہے..... جسے مناجات سحر کے بعد خاندان کا چشم وچراغ عطا ہوا ہے......جو ساری دنیا سے بڑھ کر اس کی نگاہوں کا محبوب ہے......اب اسی محبوب کے قتل کے لئے اس کی آستینیں چڑھ چکی ہیں اور ہاتھ میں تیز خنجر ہے......دوسری طرف نوجوان بیٹا ہے......جس نے بچپن سے آج تک باپ کی محبت آمیز

۱۔ اصل قرآنی عبارت یوں ہے۔

﴿ قَالَ يَٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِينَ ﴾

قرآن کریم، سورت: ۳۷، آیت:۱۰۲

نگاہوں کی گود میں پرورش پائی ہے اور اب باپ ہی کا مہربان پرور ہاتھ اس کا قاتل نظر آتا ہے...... اے غم دوست تیری عمر دراز!

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

ملائکہ قدس، فضائے آسمانی اور عالم کائنات یہ حیرت انگیز تماشا دیکھ ہی رہے تھے کہ دفعتہ شہپر جبریل کی جھنکار سے منیٰ کی خاموش وادی کا سکوت ٹوٹا اور عالم قدس سے آواز آئی:

اور ہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم! بلاشبہ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم اپنے نیکوکار بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اسماعیل کے اوپر سے نثار کر دیا اور آنے والی نسلوں میں ان کی یادگار قائم کر دی۔ سلام ہو ابراہیم جیسے مخلص دوست پر۔ [1]

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹے کے حلقوم پر پوری طاقت کے ساتھ چھری چلائی، لیکن مشیت یزدانی درمیان میں حائل ہو گئی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نہایت سرعت کے ساتھ بیٹے کو سرکا کر اس کی جگہ ایک بہشتی دنبہ رکھ دیا۔ خدا کے نام پر یہ پہلا خون تھا، جس سے منیٰ کی وادی لالہ زار ہوئی۔

۱۔ اصل قرآنی عبارت یوں ہے۔

﴿ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ ، قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ، اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ، وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ، وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ، ﴾

قرآن کریم، سورت: ۳۷، آیت: ۱۰۴-۱۰۸

آنسوؤں کی کمی نہیں لیکن
کچھ سبب تھا آنکھ تر نہ ہوئی

فیروز بخت پیغمبر زادہ نے جس استقلال، جس عزم اور جس حیرت خیز ایثار سے اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کیا، اس کا صلہ یہی تھا کہ رسم قربانی قیامت تک اس کے نام کی یادگار بن جائے۔ اسی حقیقت کی طرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ یہ رسم قربانی تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔

ذرا سوچیے! اس دردناک واقعہ کو کتنے ہزار سال بیت گئے، لیکن اکناف عالم میں اس کی یاد کا ہنگامہ آج بھی کچھ اس طرح برپا ہے جیسے کل ہی کا یہ کوئی تازہ واقعہ ہوا۔

اس سرائے فانی میں نقش جاوداں قربانی کی مخصوص ترین جزاء ہے۔ نوشتۂ الٰہی کے مطابق صفحۂ خاک پر انہی لوگوں کیلئے سرفرازی ہے جو ایثار و قربانی کو اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں اور اپنی متاع جسم وجان کو خدا کی ملک سمجھتے ہیں۔ دوسری قوموں کے مذاہب میں قربانی ایک اختیاری چیز ہے، لیکن ہمارے یہاں ہر صاحب استطاعت پر قربانی واجب ہے۔

آج ذرا اپنا حال زار دیکھئے کہ خود غرضی، پست ہمتی اور آخرت فراموشی نے ہمارے قومی وجود کا سارا اعزاز دولتوں کی خاک میں دفن کر دیا ہے۔ ہماری غیرتوں کا جنازہ شاہراہوں پر پامال ہو رہا ہے اور ہمارے چہروں پر ذرا بھی پشیمانی نہیں ہے۔ ہم اپنی ذاتی آسائشوں اور نام ونمود کی خواہش پر انتہائی فراخ دلی کے ساتھ اپنا سارا اثاثہ لٹا دیتے ہیں، لیکن ملت کی آبرو اور خشنودئ حق کے لئے ایک تنکا بھی ہمارے احساس پر گراں بار بن جاتا ہے۔ کیا یہی ایک سرفروش قوم کی زندگی کا نقشہ ہے؟

ہر سال عید قرباں کے موسم میں خدا کی زمین کو خون کے دھبوں سے لالہ زار بناتے ہیں، لیکن اس حقیقت پر کبھی غور نہیں کرتے کہ قربانی سے مقصود گوشت پوست نہیں بلکہ اس جذبۂ اخلاص کو بیدار کرنا ہے، جو کائنات گیتی کے دل کی دھڑکن ہے اور انسانیت کا جوہر امتیاز ہے۔

لالہ وگل تو حسیں سے بھی حسیں تر ہیں مگر
دیکھنا یہ ہے کوئی خار حسیں ہے یا کہ نہیں

+++

ایک وجود

دو حیرتوں کا مجموعہ

رجب کی ۲۶ ویں تاریخ تھی۔ رات کے گیسو ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ مکے کی ساری آبادی محو خواب تھی۔ تاروں کی چھاؤں میں کائنات کا مرکز آج حضرت ام ہانی کے گھر منتقل ہو گیا تھا۔ در و دیوار سے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ کی روشنی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

رات کا محافظ دستہ عالم بالا سے فرش گیتی کے لیے چلنا ہی چاہتا تھا کہ حجاب عظمت سے آواز آئی:

عرش کی قندیلوں کی روشنی تیز کر دی جائے........جنتوں کی کائنات نئے ڈھنگ سے آراستہ کی جائے......قدم قدم پر تجلیات کی شمعیں روشن کر دی جائیں......روش روش پر بہاروں کا خزانہ بکھیر دیا جائے......کوثر و تسنیم کی سعید موجوں پر نور کی کرن بچھادی

جائے ....حوران بہشت حسن مجرد کے شفاف آبگینوں سے حجابات کے پیراہن اتار دیں.........ملکوت اعلیٰ کے تمام فرشتے اپنے اپنے آسمانوں پر قطار اندر قطار کھڑے ہو جائیں......افلاک کے تمام سیارے ٹھہر جائیں......وقت کا قافلہ رک جائے........خیر مقدم کے لئے پیغمبران اولوالعزم آسمانوں کی گزرگاہوں پر کھڑے ہو جائیں........فرش گیتی سے بہ ہزاراں جاہ وجلال آج میرا حبیب یہاں تشریف لا رہا ہے..........وہی حبیب جو میرے دست قدرت کا نقش اول ہے..........جسے میں نے اپنی ساری کائنات کا مختار عام بنایا ہے۔

فرمان سنتے ہی قدس میں نورانی مسرتوں کا ایک سماں بندھ گیا.....چشم زدن میں عالم بالا کا نقشہ بدل گیا.......جنت کی کمسی ہوئی بہاریں فضائے نور پر چھا گئیں......آسمان اور صحراؤں پر تجلیات کے آئینے نصب کر دیے گئے.....نوری کرنوں کا غلاف عرش کے بام ودر پر چڑھا دیا گیا......مہتابی کنگروں پر پرچم کبریائی اس شان سے اڑایا گیا کہ سطوت جلال سے عرش کا پایا ہل گیا......جنتوں کی سرزمین پر بہاروں نے پھول برسائے...... نظاروں نے منہ چوما.......گل ریز تبسم نے موتی لٹائے......حسن بے نقاب نے چراغاں کیا.....روش روش نکھر گئی.....چمن چمن سنور گیا اور شباب نور کے نئے پیکر میں جگمگاتی ہوئی حوریں قطار باندھ کر ہر طرف کھڑی ہو گئیں.......دم کے دم میں قدس کا عالم لطیف بن سنور کر آراستہ ہو گیا......اتنے میں آسمانی دنیا کا دروازہ کھلا......تجلیات کے جلو میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آگے بڑھے.......فضائے نور میں تیرنے والا براق نام کا ایک نورانی سیارہ آج ان کے ہمراہ تھا.......آسمان کی بلندیوں سے اتر کر سیدھے مکے میں حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لائے......آج ان کے آنے کا انداز ہمیشہ سے نرالا تھا.......دروازے کی بجائے مکان کی چھت توڑ کر اندر داخل ہوئے۔

حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم محو خواب تھے۔ آنکھیں بند تھیں لیکن دل جاگ رہا تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور اپنے کافوری لب محبوب کے پائے ناز سے مس کر دیا۔ ٹھنڈ محسوس ہوتے ہی نشان قدرت کی نرگسی آنکھیں کھل گئیں۔

دریافت فرمایا: جبرائیل کیسے آنا ہوا؟

سفیر غیب نے جواب دیا:

خدائے برتر کی طرف سے حریم عظمت میں تشریف ارزانی کا پروانہ لے کر حاضر ہوا ہوں...... سارا عالم قدس بچھڑے ہوئے محبوب کے لئے چشم براہ ہے...... وہ سرحد تجلیات جہاں وہم وخیال کے پر جلتے ہیں...... جہاں ملکوت اعلیٰ تک کی رسائی ناممکن ہے...... آج وہاں آپ کو اسی لباس بشر میں خرام ناز فرمانے کی دعوت دی گئی ہے۔ حضور تشریف لے چلیں...... زمین سے لے کر آسمان تک ساری گزرگاہوں پر امیدوں کا ہجوم ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔

چند ہی لمحے کے بعد خاکدان گیتی کا ایک بشر براق پر سوار ہو کر اس شان سے عالم قدس کی طرف روانہ ہوا کہ ملکوت اعلیٰ کے مرسلین نیاز مند غلاموں کی طرح رکاب تھامے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء سابقین کی ساری جماعتیں عقیدتوں کا خراج لئے حاضر تھیں۔ سرکار کی اقتداء میں نماز ادا کر کے سب نے امامت کبریا کے منصب کے ساتھ اپنی نیاز مندی کا کھلا ہوا اعلان کیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضور آسمان کی طرف چلے...... گزرگاہوں پر خیر مقدم کے لئے پیغمبران اولوالعزم کھڑے تھے...... ہر جگہ قدسیوں کے بیڑے سلامی کے لئے جھکے ہوئے تھے...... عرش الٰہی کی مانوس فضا میں داخل ہوتے ہی جتنے

دنوں کی یاد تازہ ہوگئی..... قدم پڑتے ہی عرش کا دل خوشی سے جھوم اٹھا..... پھر وہاں سے آگے بڑھے..... بڑھتے رہے..... عالم ملکوت بھی پیچھے رہ گیا..... پھر بڑھے..... بڑھتے بڑھتے اب وہاں سے جہاں کی خبر کسی کو نہیں معلوم، ایک محبوب اپنے محب سے، ایک بندہ اپنے معبود سے کس طرح ملا؟..... ماتھے کی آنکھ سے ان دیکھی ہستی کا نظارہ کیونکر ہوا؟..... کیا کیا باتیں ہوئیں؟..... بارگاہ شہنشاہی سے محبوب کو کیا کیا خلعتیں عطا ہوئیں؟..... یہ ساری تفصیلات صیغۂ راز میں ہیں۔

صبح ہوئی تو سارے مکے میں شور برپا تھا۔ اہل یقین وخرد خدا کو دیکھنے والی آنکھوں پر نثار ہو گئے۔ لیکن نادانوں نے کہا کہ ایک بشر کیلئے عالم بالا کا سفر ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ ساری کہانی بالکل من گھڑت ہے۔ حیرت ہے کہ ایک پیغمبر کی زبان سے اس طرح کی انہونی بات سننے میں آرہی ہے۔

خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے چند فرشتے یہ باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا:

"تمہیں وہ رات یاد ہوگی، جس کی صبح عبداللہ کے آنگن میں نور کی بارش ہو رہی تھی۔ زمین سے آسمان تک ہر عالم میں رحمت ومسرت کا جشن منایا گیا تھا اور مکے کی ساری فضا فرشتوں کے پیروں سے چھپ گئی تھی۔ اس موقع پر جب یہ معلوم ہوا کہ سارا اہتمام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ہو رہا ہے تو کچھ فرشتوں کو کتنی حیرت ہوئی تھی کہ عالم قدس کا پروردۂ ناز اس ظلمت کدۂ خراب میں کیوں کر تشریف لا سکتا ہے؟ اور آج جب وہ اپنی مانوس دنیا کی طرف چند لمحے کے لئے واپس تشریف لے گئے تو نبی نوع انسان کے یہ ناداں افراد حیرت سے واقعہ کا ہی انکار کر رہے ہیں، حالانکہ دونوں جہان اس واقعہ پر گواہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان بھی عجیب ہے۔ وہ یہاں آئیں تو فرشتوں کو

حیرت اور یہاں سے جائیں تو انسانوں کو حیرت.....ان کی ذات حیرتوں کا مجموعہ ہے۔

دوسرے فرشتے نے جواب میں کہا:

دراصل حیرت تو ان انسانوں کی عقلوں پر ہے جو ان کے یہاں آنے پر حیرت نہیں کرتے، صرف جانے پر حیرت زدہ ہیں حالانکہ کسی کا اپنے وطن میں ہونا باعث حیرت نہیں ہے، باعث حیرت غیر جگہ آنا ہے۔

جمال یار کی زیبائیاں ادا نہ ہوئیں

ہزار کام لیا میں نے خوش بیانی سے

یقیناً تمہیں یاد ہوگا کہ اس دن عرش الٰہی کے سایہ میں ملائکہ مقربین سر جھکائے کھڑے تھے کہ حجاب عظمت سے آواز آئی:

ملاء اعلیٰ کے تمام فرشتے آج کی رات زمین پر جمع ہو جائیں.......وہیں جہاں ہمارے جلال و جبروت کا گھر ہے.......جو اہل زمین کا قبلۂ عبادت ہے.......آج باعث ایجاد عالم کا ظہور ہونے والا ہے.......مشرق و مغرب، بحر و بر اور تمام اقطار ارضی میں منادی کر دی جائے کہ کونین کا تاجدار آ رہا ہے لہٰذا اس کے خیر مقدم کے لئے اپنی نگاہوں کا فرش بچھائے رکھے.........مکہ کی وادیوں، ام القریٰ کے کہساروں اور حرم کے بام و در پر چمنستان فردوس کی بہاروں کا غلاف چڑھا دیا جائے.........سیدۂ افلاک کے پہرہ داروں سے کہہ دو کہ اس وقت تک آج آفتاب کے چہرے سے نقاب نہ اٹھائیں، جب تک خسرو کائنات کی طلعت زیبا سے خاکدان گیتی کا ذرہ ذرہ منور نہ ہو جائے.........ستاروں کی انجمن میں اعلان کر دو کہ آج رات کے پچھلے پہر اپنی مجلس شبینہ برخاست کر کے فرش زمین پر اترتے رہیں۔

صبح ہونے سے پہلے پہلے کنگرۂ عرش سے لے کر گل کدۂ فردوس تک کی ساری

زیبائیاں وادئ حرم میں سمٹ کر آ گئیں۔

جیسے ہی صبح صادق کا اجالا چمکا، مکہ کی فضا رحمت و انوار سے بھر گئی......تقیبوں کی صداؤں سے دشت وجبل گونج اٹھے......گلی گلی حوران خلد کے آنچلوں کی خوشبو سے معطر ہو گئی۔

جبرئیل امین علیہ السلام ایک سبز پرچم لے کر خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گئے اور حضور شاہی میں سلامی پیش کی۔

الصلوة والسلام عليك يا محمد.........الصلوة والسلام عليك يارسول الله ......الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله۔

اس صدائے سلام تہنیت پر تمام ملائکہ سروقد کھڑے ہو گئے......حرم کی جھکی ہوئی دیواریں ایستادہ ہو گئیں......امیر کشور نبوت کی سواری اس دھوم سے آئی کہ صدائے مرحبا سے اکناف عالم گونج اٹھے۔

حضرت روح الامین کی زبان سے آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مژدہ سن کر ایک فرشتہ نے دبی زبان میں اپنے ساتھیوں سے کہا:

تم لوگ جانتے ہو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں، جن کی آمد پر زمین سے لے کر آسمان تک اتنا کروفر و احتشام اور ملکوتیوں کا ایک عالم آباد ہو گیا ہے؟

ساتھیوں نے جواب دیا:

اس کائنات میں کون سی مخلوق ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں جانتی۔ عرش کی چھاؤں میں لاکھوں برس بیت گئے اور تمہیں اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ بڑے تعجب کی بات ہے!

فرشتہ نے کہا:

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا نام عرش الٰہی کے بام و در پر کندہ ہے اور جن کے نور سے ہماری پیشانیاں تابندہ ہیں ...... بھلا انہیں کون نہیں جانتا........ وہ تو چراغ انجمن ہیں ...... معاذ اللہ! یہ بات بھی پوچھنے کی تھی۔

ساتھیوں نے کہا:

تو پھر پوچھنے کی وجہ! کیا عرش و فرش کی کائنات میں ان کے سوا بھی کوئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے؟

فرشتے نے جواب دیا:

پوچھنے کی وجہ حیرت ہے اور وہ محتاج بیان نہیں۔

تم ہی سوچو! وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نور مجرد سے جن کا عنصر تیار ہوا...... اور کنز مخفی میں جن کی نشو و نما ہوئی ... اور اب جس کے دم سے نورانیوں کا عالم آباد ہے ... وہ دیار نور ہے، اس جہان تاریک میں کیوں کر آسکتے ہیں؟ آخر ہم کیسے باور کرلیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کے رخ کی روشنی میں ہم لوح محفوظ کے نوشتے پڑھ پاتے ہیں، وہ یہاں آگئے۔ کرہ ارض جو کائنات کا سب سے نچلا طبقہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کے قدم کے قریب عالم امکاں کی بلندیاں ختم ہو جاتی ہیں، دونوں میں کیا جوڑ ہے؟ عالم نور کا پروردہ ناز اس ظلمت کدہ خراب میں...... آخر کیسے یقین آسکتا ہے۔

ساتھیوں نے جواب دیا:

ویسے بات تو واقعی حیرت انگیز ہے، لیکن غلط نہیں ہے۔ یقین کرو ان کی تشریف آوری امر واقعہ ہے۔ وہ نہ آتے تو اتنا اہتمام کس کے لیے ہوتا؟

حضرت روح الامین کعبہ کی چھت پر کھڑے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

آخر اس میں بحث وتکرار کی کون سی بات ہے؟ہاں وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، جو مسند نشین عرش ہیں۔لیکن یقین نہ آنے کی وجہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ خدائے ذوالجلال نے عرش کی مملکت انہیں بخش دی ہے؟

ایوان شاہی کا شکوہ وجلال مسلم اگر مملکت کی سوگوار آبادیوں میں قدم رنجہ فرمانا عظمت شاہی کے خلاف کب ہے؟......اب تک ملاء اعلیٰ مرکز توجہ تھا، اب خاکدان گیتی کا طالع قسمت اوج پر ہے......اب تک یہ شمع تجلی عرش کی انجمن میں فروزاں تھی، اب فرش کا شبستان روشن ہو گیا ہے۔

اور تمہارا یہ استعجاب کہ عالم نور کا لطیف پیکر اس ظلمت کدۂ خاک میں کیوں کر آسکتا ہے؟........خود باعث تعجب ہے۔

دور کیوں جاؤ۔خود اپنا ہی حال دیکھ لو۔یہ لطیف پیکر اس وقت کس عالم میں ہے۔ عالم گیتی کی عمر کے لحاظ سے ابھی چند ہی صدیوں کی تو بات ہے جب محکمہ اجل کے فرشتے انسانوں کی روح قبض کرنے بشر کے مثالی پیکر میں یہاں آئے تھے۔

میں خود حضرت مسیح علیہ السلام کی روح پھونکنے جب حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آیا تھا،تو میرا مثالی پیکر ایک بشر ہی کا تو تھا۔

اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے کافی مواد موجود ہے کہ عالم قدس سے کسی نوری مخلوق کا بشری لباس میں آنا یہاں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ایسا ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ ؒ؁ واقعہ بھی ہے۔

جلووں کی وادی

مکے سے چند میل کے فاصلے پر حدیبیہ نام کی وادی تاریخی عظمتوں کی ایک بہت بڑی جلوہ گاہ ہے۔ عشق وایمان کی بہت سی جاں افروز کہانیاں اس کے دامن سے وابستہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ہجری میں اپنے پندرہ سو جاں نثاروں کے ساتھ طواف کعبہ کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب مکہ چند میل رہ گیا تو حدیبیہ نام کی ایک وادی میں قافلے کے ٹھہرنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہیں پر یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی کہ کفار مکہ نے طے کرلیا ہے کہ وہ شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

یہ اطلاع پانے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ مکہ والوں سے جا کر کہیں کہ ہم لوگ جنگ کی نیت سے نہیں

آئے ہیں، صرف عمرہ کر کے یعنی صفا و مروہ کی سعی اور خانہ کعبہ کا طواف کر کے لوٹ جائیں گے۔ بے خطر ہمیں حرم میں آنے کی اجازت دیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکے کے لئے روانہ ہو گئے۔ شہر میں پہنچ کر انہوں نے سرداران مکہ سے ملاقات کی اور انہیں ساری تفصیل بتائی، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

ابھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکے ہی میں تھے کہ کسی نے قافلے میں یہ خبر اڑا دی کہ انہیں کفار مکہ نے شہید کر دیا۔ اس خبر کے مشتہر ہوتے ہی صحابہ کرام میں سخت اضطراب و ہیجان برپا ہو گیا۔ صحابہ کرام کی بیتابی دیکھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے سب کو جمع کیا اور اس بات پر ہر شخص سے عہد لیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہوئی تو خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے جان تک کی بازی لگا دی جائے گی۔

ویسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حقیقت مخفی نہیں تھی کہ یہ خبر غلط ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ زندہ و سلامت ہیں جیسا کہ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جب سب لوگ بیعت کر چکے تو اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست کریم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور اپنے دوسرے ہاتھ پر ان کا ہاتھ رکھ کر ان کی طرف سے بھی بیعت لی۔ اگر حضور کے علم میں وہ زندہ نہ ہوتے تو ہرگز انہیں بیعت میں شریک نہ فرمایا جاتا کیونکہ وفات یافتہ آدمی سے کسی معاہدہ پر اقرار لینا قطعاً بے معنی ہے۔

اسی موقع پر بعض صحابہ کرام نے نہایت حسرت کے ساتھ یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سے پہلے مکہ پہنچ گئے۔ یقیناً انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا ہوگا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ عثمان بغیر

ہمارے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کریں گے۔

صحابہ نے پھر دریافت کیا کہ آخر کون سی چیز انہیں طواف سے مانع ہوگی، جب کہ وہ حرم میں داخل ہو گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

ان کا جذبۂ اخلاص کبھی انہیں اجازت نہیں دے گا کہ وہ بغیر ہمارے طواف کر لیں۔

چنانچہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس لوٹے تو صحابہ نے ان سے کہا کہ آپ نے تو خدا کے گھر کا طواف کر لیا ہوگا۔ یہ سن کر ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ عشق وایمان کا جذبۂ اخلاص انگ انگ سے پھوٹ پڑا۔ بپھرے ہوئے جذبات میں جواب دیا:

میرے ساتھ اس سے زیادہ سخت بدگمانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے گھر کا طواف کر لیتا۔ خدا کا گھر تو پہلے سے موجود تھا لیکن گھر کی چوکھٹ پر رہتے ہوئے بھی گھر والے سے ہمارا کیا رشتہ تھا؟ عرفان خداوندی کا یہ سارا تقرب تو رسول ہی کا عطا کیا ہوا ہے۔ انہی کے دم قدم سے خدا کے ساتھ ہماری روحوں کا سر رشتہ وجود میں آیا ہے۔ بھلا میں انہیں چھوڑ کر کس منہ سے دربار خداوندی کا رخ کرتا!

قسم خدا کی ایک سال بھی اگر مجھے انتظار کرنا پڑتا تو میں اپنے رسول کریم کے انتظار میں ایک سال تک خانہ کعبہ کا طواف ملتوی رکھتا۔ قریش کے سرداروں نے بار بار مجھ سے اصرار کیا کہ میں خانہ کعبہ تک آ گیا ہوں تو طواف کر لوں، لیکن میں نے ہر بار انکار کیا کہ اپنے رسول کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کروں گا، چاہے خانہ کعبہ میرے پیش نظر ہی کیوں نہ ہو؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب نے خانہ خدا اور حبیب خدا کا فرق اتنا واضح کر دیا ہے کہ مظاہر خداوندی میں رسول کی حیثیت سمجھنے کے لئے اب فکر ونظر کا

کوئی حجاب باقی نہیں رہا۔ اب یہ راز پوری طرح واشگاف ہو گیا کہ خدا شناسی کی منزل میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عرفان کیا ہے؟ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ مشرب بھی ان کی ذات کے ساتھ خاص نہیں تھا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وجہ بتا کر کہ ان کا جذبۂ اخلاص کبھی اجازت نہیں دے گا کہ وہ میرے بغیر طواف کرلیں، واضح کر دیا ہے کہ عشق وایمان کا مزاج ہی یہی ہے۔

×÷×÷×

[illegible]

[illegible]